جلد ۱۴ نمبر ۲۵
مضامین غیر
۱۰ جنوری ۱۹۲۶ء

تعزیرات ہند یا بدایوں کے للا

بدایوں کے ایک رئیس نے اپنے صاحبزادے کو بوجہ میں پالا تھا صاحبزادے کی اللہ رکھے چالیس سال کی عمر۔ بہشت گذشت روز گذشت مگر انا کی گود میں گھنگرو کرتے ہنسلی ہیکل پہنے دودھ کی فرمائش کرتے اور جب کوئی پیارے سے شتاب طفل سمجھ کے ہونٹوں پر پشت دست رکھے اور کہتا کیا ہے میاں ہیں۔ فوں کریں تھانیداں بائیں بات کریں بتائے بائیں سوئیں تو دوگھونٹے بائیں۔ آہے کچھ دودھ کی۔ کمرے کی بتی روگی چاند کو جتو رو رہی ہو۔ تو صاحبزادے انا کی بغل میں منہ ڈال کے کہتے ہو دیکھو انا ہمیں چھپر آتی ہے۔ یہ ہائی درختوں ہم لیتی ہے تو دودھ کو نام۔ بیٹھا چھینی بے وقت منہ میں۔ ادھر ذرا سی کھانسی آئی انا کا دودھ بھی میں گرم ہوا۔ کھر کی کھانسی دبا کے گلے میں جا پھنسی کا منتر پڑھ کے سنکٹ دشمنوں کے حلق میں ڈالا گیا۔ جب انتالیسواں بھرکے چالیسواں برس لگا تو ہیں دماروں میں سے پانچ کم کر دی گئیں اور خیر باد شوربا جتائی کی تقریب برپا ہوئی۔ اب ذری ظہور جتانے کا لگا لگا۔ مگر آپ جانیے وہ تنی سی عمر میں یکبارگی دودھ چھڑا دیا جاتا تو بچہ کو نظر کا لگ جاتا۔ دائیں اگرچہ ایسے ننھے ننھے بچے کو دل سے دودھ پلانے پر خواہاں نہ تھیں مگر بعد بچے کی چاٹ اور پیٹ کی مار سب کچھ کروا چھوڑتی ہے۔ بچے کے دونت اگر آنچل پکار یا کبھی ضد میں صاحبزادہ ظہیرا قبال جہانی کا گوشت دانتوں میں دبا کے قلقاری مارتا اور جنجھوڑی رتیا تو دولی میاں چھوڑو۔ چھوڑو نہیں تو پٹاتی ہوں بجڑ کو آتو چوڑ دیکھ جیا نہیں مانتا دکھتیں اور سکھ ہو کے چپ ہو رہتیں۔

حکایت مشہور ہے اور شاید کبھی پہلے بھی اودھ پنچ میں بعبارۃ اخری نقل ہو چکی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں

عرض ہست حلقہ کر رہا مکرر ظلم

نصیحت کی بات جتنی کہانی جائے اسی قدر اچھا ہے پھر سن لیجیے۔ کہ صاحبزادے کے والد نا بالغ کے ایک دوست اتفاق سے وارد ہوئے یہ انہیں صاحبزادے کی چھٹی میں شریک ہوئے تھے ان کا خیال تھا کہ اب صاحبزادے ماشاءاللہ دو چار بچوں کے باپ ہوں گے کھانے پینے سے فراغت پا کے انھوں نے کہا۔ ارے بھی میاں گر تو چھوڑ دو کہاں ہیں کیا کسی اچھے عہدے پر ملازم ہو گئے ہیں یا علاقے کا انتظام کرنے گئے ہیں جو دکھائی نہیں دیتے۔ میزبان صاحب نے جواب دیا ارے ابھی اس کا سن ہی کیا ہے جو نوکری چاکری کریگا۔ ارے کوٹی ہے ہے۔ انا سے کہو میاں کو باہر لے آئے۔ مہمان سمجھا کہ شاید دوست کی ہی کوئی نازہ ہوتی ہوگی۔ معلوم ہوتا ہے جس بچے کی چھٹی میں ہم شریک ہوئے تھے وہ ضائع ہو گیا اور اب شاخ کہنہ میں نئی کونپل پھوٹی ہے۔ چپ ہو رہے۔

اتنے میں زنانی ڈیوڑھی کا پردہ اٹھا۔ پہلے ایک عورت تین گز کا لمبا تھالچہ لائی اور بچھا گئی کہ بچہ ہے کہیں فرش پر بچھی نہ کر دے۔ آج کچھ پیٹ بھی درست نہیں گڑگڑی گڑ گڑی چرک رہے ہیں۔

پھر دور سے ایک بوڑھی کی آواز دے اور جھنجنے کی گونج ذرد ہوئی۔ اے اللہ ہم باہر نہیں جائیں گے۔ اے دور سے ہم باہر نہیں جائیں گے۔ اے نہیں جائیں گے۔ چلو تو میاں تمہارے ابا بلاتے ہیں۔ چیز دینگے۔ کھلونے دینگے۔ چلو دو دو انہیں خوا پانی ایک ذرہ کرو۔ ضد نہیں کرتے۔ میاں۔ اے رونی لوٹی دیکھو۔ اوئے ہوئے۔ یہ بڑے بڑے آنسو۔ صاحبزادے کی سواری یوں وارد ہوئی جیسے بجر کی لاش چیونٹیاں گھسیٹتی ہیں۔ آٹھ اتائیں میاں کو گود میں سنبھالے ہوئے آئیں۔ میاں ضد کے مارے داڑھی کے بال نوچتے جاتے تھے اور بلک بلک کے رو رہے تھے میاں کے سر پر دو عورتیں قرآن شریف سایہ کیے تھیں۔ کوئی جھنجھنا بجاتی کوئی غل مچا کے میاں کو بہلاتی۔ اے لے ہے لے چاند جو میاں نہیں روتا۔ انا کے کان کاٹ لے۔ کوئی اور پے کے آنچل سے ناک پونچھتی۔ کوئی انگلی میں کاجل بھرے آنکھ میں کاجل لگانے کا ارادہ کرتی۔ یہ تو خانساماں نے دیکھا۔ اور دانتوں کے نیچے انگلی دبا کے رہ گئے۔ ہزار دشواری صاحبزادے تھالچے پر بٹھائے گئے بیٹھتے ہی ایک دو چار جوار تے ہیں تو فرش شرابور۔ جس انا کے پاس بے میانی کا دوسرا پاجامہ موجود تھا وہ اڑا کے کہنے لگی۔ دیکھا ہوں پہلے سے بندوبست نہ کرتی تو خرابی ہوتی۔ لے انا جلدی پہنا پاجامہ۔

کہنے کی ضرورت نہیں کہ پاجامہ پہنانے میں کوئی آدھ گھڑی لگی۔ اے حضرت معصوم بچہ کو ننگا دیکھنا عیب نہ دار۔ گھبرا بہلا گیا۔ دوسری عورت نے جھٹ سے کٹورے پانی کا جھڑ ڈال کے۔ چھی چھی پی پی کو کھائے دودھ بتائے بھیا کھائے۔ کہا اور آنچل سے منہ پونچھ کے بولی۔ دیکھو تو تنے کے لیے روتے تھے چاند سا منہ ہو گیا۔ پھر پانی کا دریا رخسار کے کوہستان طے کرتا ہوا داڑھی کے گھنے جنگل میں جا کے غائب ہو گیا مگر خیر چیرکی نمی آنچل میں جذب ہو گئی۔

مہمان ہ میاں تمہارا نام؟

للا ہ ذرا انہی بتا دے؟ (انا تو بتا دے)

مہمان ہ کھاتے کیا ہو؟

للا ہ کبھی دکھیوری ہینج دچیزو۔ ہتیا دکھانا۔

مہمان ہ پیتے کیا ہو؟

للا ہ دودھ۔ خادر پانی۔

مہمان ہ (میزبان سے) کیوں حضرت ابھی صاحبزادے کی بسم اللہ تو ہوئی نہ ہوگی۔

میزبان ہ جی مجھے دیرسے نفرت ہے انکی والدہ بہت مچلائیں بگڑیں ناراض ہوئیں چھینیں چلائیں۔ مگر میں نے ایک نہ سنی۔ مولوی کو بلا کے بسم اللہ کرادی ایسے کا ذہن میں تاخیر کون کرے۔ صاحب وہ ابھی پڑھ چکے کیا۔ لیکن عادت تو پڑ جائے گی۔ دیکھیے انشاء اللہ دس برس میں آم رام کا سپارہ پڑھتے ہیں۔ ماں ننھے ابھی نہیں جا۔ دیکھیے۔ مجھے طبیعت ابھی تو کبھی جائیگی اور ابھی جلدی ہی کیا ہے۔ اس سال نہ سہی اس

ال سہی۔ تماشہ ہے کوئی اشارہ کرے تو نگاہ ملکی کی سیدھ پر اٹھ جاتی ہے۔ یہاں صاحب نے بچیا کے پاجامے کو حرف بحرف کہا اور لاحول پڑھ کے منہ پھیر لیا حبیب گئے۔ بات ٹالنے کے لیے میاں سے پوچھا بچیا پڑھتے کیا ہو؟

للا: "ٹل لے ٹل لے۔ رو دین کل"

بس حضرت ہندے نے اپنی کہانی ختم کی۔

للا وغیرہ خورد لڑکوں نے بچپن کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔ آپ دل میں کہتے ہوں گے کہ اس عمر کا نونہال اور اس منش کے عالی مقدار کا وجود انسان کے سوا خارج میں پایا نہیں جاتا۔ ہندو کہے گا کہ ہوش کے ناخن لیجیے۔ اے جناب ہمارے ہندوستانی صاحب کیا بالین کے للا سے پارے کمی کا رکھتے ہیں۔ یا ہندوستان کی برٹش حکومت ان چند بزرگوار کی صحیح مقلد نہیں ہے؟ غدر شہ کے بعد جو قوانین وضع کیے گئے تھے جبکہ تعلیم کا رواج نہ تھا۔ نیزہ و شمشیر کے جوہر کے نکل آنے کا ہر وقت ڈر لگا رہتا تھا نئی نئی حکومت تھی۔ وہ آج تک موجود ہیں۔ ستر سال کا سہرا بوڑھا ہندوستان۔ گھنگرو پاؤں میں پہنے آغوش کنار بیتوں بیتوں چل رہا ہے۔ نہ دودھ بڑھائی ہوئی بسم اللہ۔ اس زبان کو ختنہ برابر ہوتا ہے اور انہیں قوانین کے بموجب ہو رہا ہے جو ستر سال ادھر وضع کیے گئے تھے۔ لوگ اسیر تو غل مچاتے ہیں کہ ہائے ہائے ہائے مشروطیت کو سزا دے دی۔ ہائے ہائے ستیہ پال کو جیل بھیج دیا۔ فلاں کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں ڈال دیں فلاں اتنی سی جان پر تہمتیں پڑتی ہیں۔ ارے رو دھو۔ ارے مہذب دنیا کے لوگو تمہاری ہی ... ہے۔

ارے اب ہم سے صبر نہیں ہو سکتا ... پن دیکھی نہیں جاتا۔ لڑکو بچہ ہے "رودین کل" منہ سے نہیں نکلتا۔ کل ٹل نے "کہتا ہے تو بیہودی ہے زبان نہیں پلٹتی۔ تمہارے بچے بھی گر ... تو کوئی کیا کرے۔ حکومت کا آنچل ... گیا۔ یا ... کے دستار ... تو میں ... تو رحم کرنا چاہیے یہ ہے۔ لیکن ... پنچ وہ ... جو تمہارے ہندوستانی ہے مسلسل ...

کی آشنائی پر موجود ہے ... اصحاب کے عادی نہیں یہ آجتک بھی ... کا نونہال حکومت کا صاحب حال ہے۔ ... برداشت کر سکتی ہے باقی ہیں ہندوستانی لیڈر آزادی مانگتے ہیں اور آزادی کے عشق میں تمہارے ... کر دیتے ہیں یا کاٹ کھاتے ہیں تو اسے سزا ملتی ہے۔ سزا ملنے کے بعد روتے ہیں کہ بچے کے ساتھ برا سلوک ہوا مگر کبھی یہ نہیں خیال کرتے کہ آزادی کی بجائے ... سے نکالنے کا انہیں حق ہی نہیں اسلیے کہ قوانین کی رو سے حکومت کو اس قسم کی نبضوں کا اختیار حاصل ہے یہ قوانین عقل انسانی کے زمانے کی یادگار ہیں۔

اگر کوئی اصرار کرے تو ہم "پبلک سیفٹی اسٹیشن" کی تجویز اور مطالبہ کو اسی تعزیرات ہند سے خلاف قانون اور ... تعزیر ... ثابت کر سکتے ہیں۔

شکر کرنا چاہیے ان لوگوں کو جو "پبلک سیفٹی" کی صد ... پر تعزیرات ہند کے شکنجے میں نہیں کھنچے۔ یا جو لوگ آج بغاوت و سازش کے الزام میں ماخوذ ہیں ان کی بغاوت و سازش کے گناہ میں کچھ دیے نہیں گئے۔ یہ حکومت وقت کی ایک مہربانی اس بچہ ... سالہ شیر خوارہ پر سمجھیے کہ اختیار رکھتے پر بھی اکثر سزا دینے کی سعی نہیں کرتی اور ٹال جاتی ہے۔

جو لوگ قوانین کی سختی پر یا مبنی بر انصاف ہو پر اپنی جان ہلکان کرتے قانون کی مصیبت سے بحالت اسیری و قید قوانین میں تغیر کے خواہشمند ہیں ان کی جان کا وبال یا فاقہ کشی کا ثبات ہرگز یہ دیسی حکومت پر جو ... آئین و پنچ احکام نافذ کرتی ہے نہیں پڑ سکتا۔ اس وقت

طالع قسمت مزدور



دیکھیے باتیں ہیں عشاق بتوں سے کیا نہیں — اک نجومی نے کہا ہے کہ یہ فال اچھا ہے

ہندوستانی پنڈت: ... سال کا ... ہیں ... کہیں کہیں ...

گزارش

جن حضرات کی خدمت میں ختم مدت خریداری کے اطلاعی کارڈ روانہ کیے گئے ہیں ان کو چاہیے کہ بہت جلد تجدید خریداری یا عدم خریداری سے مطلع فرمائیں۔

نیاز مند منیجر

ہندوستان کے برٹش علاقے میں دو کروڑ کے قریب مربع
میل جو قانون کے قبضہ میں بیٹھ پاتے ہیں اور
اکثر بے چارگی یا قانونی کوششوں پر مجبور ہو جاتے
خود ڈیڑھ سیر سے آنسو بہا جاتے ہیں مگر ان سے اتنا
نہیں ہو سکتا کہ قانونی کتابوں کی ہر ایک دفعہ میں جو
خامیاں نظر آتی ہیں یا حکام کو انتظامی آسانی کی
غرض سے جو اختیارات قانون عنایت فرماتا ہے ان
کو انصاف کی عینک سے دیکھ کے ان پر کچھ سنجیدگی
کے ساتھ معترض ہوں اور ان پر مدلل مضامین لکھیں
یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اعلیٰ حکام بھی ان کی مناسب تبدیلی
کے لزوم کا یقین کر لیں۔ جو ورنہ رات کے پڑھے
ڈھور تک رو رو کے جیا لے چھپا لے فرزند کو پاؤں پر
بٹھا کے ورزش کراتے ہیں۔

قوانین پر اعتراضات کرنا یا قوانین کے عمل کو
حل کے دائرے میں لانے کا بہت بڑا ذخیرہ ان
اعلیٰ عدالتوں کے نظائر کی کتابوں میں موجود ہے
تعزیرات ہند کے اکثر دفعات سے محروم الطلم غریب غربا
کو زیادہ سامنا رہتا ہے۔ معمولی مقدموں میں ایک
خاصا متوسط الحال با عزت شخص جرم بے بنیاد مچلکے
جو ہائی کورٹ یا پریوی کونسل تک پہنچا سکتا ہے مجبور ہوجاتا
ہے۔ اس وجہ سے جو خامیاں ضوابط میں ہیں وہ دریا
خلیفہ کی طرح کچہری کے معدہ گنبد نما میں گھوم گھوم
کے رہ جاتی ہیں۔ مقدمہ کے دوران میں مجرم کی حمایت
کا حق اگر وہ حمایت علم حاکم یا کسی سرکار کے خوف ہو
تو کسی وکیل کو نہیں جب حکومت یا مدعی یا حکومت
کا وکیل کوئی غیر انصاف کے خلاف مجرم کے وکیل کے
سامنے پیش کرتا ہے تو نہ حاکم صاحب چون و چرا
کرتے ہیں نہ وکیل صاحب۔ گردنیں جھک جاتی
ہیں اور وہ ڈھو ڈھو ہی بنا رہتے ہو

ایک تعزیرات ہند ہی نہیں دیوانی اور مال کے
ضوابط بھی اکثر عمل سے دور ہیں۔ رسوم عدالت
وکیلوں کی فیس دیتے دیتے مقدمہ بازوں کی کمائی
نہیں بلکہ پشتینی جمع جتھا برباد ہو جاتی ہے پھر بھی
کوئی ان کی دلالی میں ہاتھ کالے۔ انصاف نہیں ہوتا۔
اگر کوئی شخص اپنے بچے کی شادی بیاہ و ختنے بسم اللہ
میں اسراف کرے تو مسلمان قوم زبان کٹا کٹا یاں ترنم
چھریاں دے دے کے جان کھا جاتے ہیں۔ بھلا پوچھیے
کہ حضرت آخر جو کھانا کھلایا تو کیا گناہ کیا لڑکی
کو زیادہ دان جہیز دیا عزیز جہانوں کو دیا تو کیا برائی
ہوئی۔ ہلکے پھلکے گنجے پاتے آرائش زیبائش میں مبالغہ
کیا اور ایسا کچھ قرض نقد روپیہ دے دیا تو کیا زہر کھا لیا بیچا
آدھی قیمت تک کہیں دے ہی جائیں گی۔ مگر جو روپیہ
وکیلوں کی فیس طولانی وقت اور متعدد پیشیوں کے صرف
میں زیادہ مجبوری ... میں واپس آ سکتا ہے؟؟ ابھی تو
بھیک کی نوبت آ گئی ... بات کہ ... جہاں
مباحث تفصیل کے ساتھ سوالات ... پہنچے ہیں کوئی
سالانہ جلسہ ان سے خالی نہیں جب تک بجٹ صاحب
بہو نہیں اور وقت تک برابر پیش کے جانے کی
تجدید ہوتی رہے گی۔ ایک ہی رو ہے اس پر ...
درد باقی ہے بس تکرار دعا ضرور ہے یہ نہ کہو کہ
کھائی ہوئی بات کیوں کہی؟؟ ایسی حالت میں کسی
ذی فہم اخبار نویس کا یہ سوال کہ کیا انقلاب حکومت
کی خواہش جرم ہے؟؟ ایسا ہی ہے جیسے کوئی چلتی
بکتی دوپہر کے وقت پوچھ بیٹھے کیوں بھائی یہ دن ہے
یا رات؟؟

اے جناب قانون اوڑھ کے دیکھیے انقلاب حکومت
کی خواہش جرم ہے۔ جرم ہے جرم ہے۔ ہمارے دوست
ڈاکٹر ستیا پال بھی اس سے واقف تھے مگر دبے پیر
انھیں نکالا بھی جرم ہے اس وجہ سے انھوں نے
صاف کہہ دیا کہ ہم نے موجودہ حکومت کے خلاف عمل
کے خلاف بیزاری کا اظہار ضرور کیا۔ اگر یہ جرم ہے
تو لاؤ بھائی ہتھکڑی تیار رہو۔

حضرت نے اس قانون کے بموجب بھاری جیل
ہنسی گزرے ... دینا میں کوئی غلطی نہیں کی ہے
پر تمہاری بیزاری کتنا ... جہالوں کی صبح گھڑی بھر
کے لیے بے پرستی اور عمر جاتی ہے۔

کیوں تمام ہندوستانی ممبر کونسل میں یہ مطالبہ پیش
نہیں کرتے کہ تمام ملکی اور صوبہ وار قوانین پر اصلاحی
نظر ڈالنی چاہیے۔ جب تک پرانے دقیانوسی قوانین
کا ہر جز و زمانہ حال کے مزاج کے مطابق ترتیب نہ پائے
ڈومینین اسٹیٹس اور شہریانی کے اعلان ...
... کی طرف توجہ کی ضرورت نہیں۔ اسے کہتے ہیں

یک سوال آزادہ دریں دام گر خالی نیست
بوسہ نیست دریں مصر کر زندانی نیست

آپ کی آنکھیں تو ہو گئی ہیں حمام کی پیالہ نما مست
ٹپ ٹپ آنسو گرانے کے سوا کام نہیں دیا۔ محنت کیجیے
راتوں کو جاگیے قانون کی ایک ایک دفعہ کو غور
سے دیکھیے اور ایسے الفاظ کے جو قواعد میں انھیں امن
اور انصاف سے نزدیک کرنے کی جد وجہد فرمائیے۔
یہ کام جیتنی کا غیر ممکن ہے۔ اصول صحیح ہیں مگر ان کا جو
... اگر ... ان کا منشا نہیں ...
... انتظامی سہولت کے بہانے سے منتظمین نے
جو اختیارات حاصل کیے ہیں وہ نامناسب ہیں۔
الغرض یہاں ہندوستان کا یہ حال ہے کہ ۔
... ارباب زمین ...

مسلموں اور قومی قائم مقاموں کا یہ حال اور حکام کا یہ ذوق۔ طرز حکومت بدلنے کی خواہش سیاسی و انتظامی تدبیری تو زمین کی زرخیزی پر منحصر ہے۔ اتفاق و اتحاد کے ہونے پر حکومت سے مطالبہ کیجیے۔ وہ سنے گی، ورنہ آج گھر میں گھر بنے ہوئے گھوڑے سمجھے کہ نہیں۔ فقط

رقم

> اے گدائی آرزوئے گشتم بسیار دیگ
> داں کہ ہر لحظہ پشیماں ہی شدی بسیار دیگ

مولانا فتح کی لوٹ پاٹ

کامریڈ لاہور

یہ ایک نظم اب پرچہ ہے لاہور کا مزدور ہے تصویر ہے سر پر جھنڈا کار ٹون ہے ہندوستانی مزدور اور مسٹر ریزے میکڈانلڈ آمنے سامنے کھڑے ہیں۔ دونوں کی استادگی کا طریق واحد ہے ہندوستانی مزدور الیاسے وعدہ اور عہد کا طالب ہے ریزے صاحب کہتے ہیں تم بالشویک جھنڈا اٹھاؤ تو سب کام ٹھیک ہو جائیں۔ نہیں تو اس گفتگو میں خاک لطف نہ آیا کیا معنی کہ وزیر اعظم صاحب نے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا اور ہندوستانی مزدور ہرگز بالشویک طبع واقع نہیں ہیں۔ اگر دونوں صاحب عقل ہیں تو دونوں اپنی اپنی جگہ کامریڈ سے روٹھیں گے کہ خواہ مخواہ کی تہمت ہے۔ دوسرے صفحہ پر ایک نکہ چڑھی بیگم مترانی اور خادم سر پر چھجا لیے ہیں وہ مرزا کے جواب دیتی ہیں بیگم مترانی اور خادمہ کا قصاص میاں سے یوں لیتی ہیں کہ تانگے پر بیٹھ کے سدھار جاتی ہیں۔ اس قصہ کا نتیجہ یہ ہے کہ بیگم ہیں بے وقوف گو یہی زمانہ ترقی کر رہا ہے خدمت پیشہ لوگوں کے دماغ آسمان پر چڑھ گئے ہیں مگر قصہ بے لطف ہے۔ نہ بیگم نہیں گی تو انہیں بیوقوفی پہ خوش ہوگی نہ حلال خوری اپنی نمک حرامی اور دزدی اور کام چوری پر۔

تیسرے صفحہ پر دہلی کے عنوان سے ہندوستانی طالب علموں کو نصیحت کی گئی ہے کہ دنیا سے خدا .... اقرار کرو کہ تم روس کے موجودہ پروپگنڈا میں شریک ہونے سے باز ہو گئے جو کہ روسی بالشویک سلطنت کی منادی کی آڑ میں۔ ایشیا اور خاص کر ہندوستان میں پھیلا رہے ہیں۔ بیچارگی تو یہ اور قبل از مرگ مار دیا ہے۔ بلکہ ۱۷ انسان جو ہیں علی ما مشہور ہے

> آخر اس پچھڑے کیا فائدہ اتنا تو بجھے
> اور منہ بڑھتی ہے ناحق ترے گھبرانے سے

ممکن ہے کہ منہ کی طبیعت کے بچے اس روک ٹوک سے ممنوع چیز کے مشتاق ہو جائیں۔ ورنہ آزادی کا بے انقلاب کی آواز یہ ہرگلی کوچے میں آدمی سب جگہ بکڑ دھکڑ کی پالیسی سے گھروں میں ماتم برپا ہے۔ طالب علموں کے کان ابھی ان ناموں سے واقف نہیں۔ کامریڈ صاحب اس بھونڈے طریقے سے انہیں اکسائے ہیں کہ خواہ مخواہ آتش اشتیاق بھڑکے۔

اس کے بعد روس کے ایک خطرناک لیڈر سٹیلن کا حال اور اس کی تصویر ہے لیکن اس کی حالت یوں دکھائی گئی ہے کہ آج کل سٹیلن خود تمام روس کا مالک بنا بیٹھا ہے "جب آپ" جوجو کے ایسے کو دکھا چکے تو بچے کی خاک ڈر چکے۔ پھر کہتے ہیں کہ روسی مذہب کے دشمن ہیں "دنیا مذہب سے دور بھاگ رہی ہے اور لامذہبی کا استقبال کرنے پر تیار ہے" صفحہ ۲۰ پر بعض مشاہیر کی تصویریں اور ان کے بے نتیجہ حالات ہیں۔ باقی صفحہ میں کچھ تو بچوں کا بہلاوا ہیں اور کچھ مفید بھی ہیں۔ اس کے ایڈیٹر مسٹر مائیکل ہیں۔ مضامین کی روش سے حکومت وقت کی حمایت مترشح ہے۔ روزنامہ سادہ قیمت ہے۔ اشاعت کا مقصد خود مائیکل صاحب نے بیان نہیں فرمایا تو ہمیں کیا پڑی ہے کہ خواہ مخواہ ان کو غرض اور کریں منگوا کے دیکھیے پسند آئے تو لیجیے۔ مسٹر کے ایل گابا کی کتاب "انکل شیم" پر مائیکل صاحب معترض ہیں کہ یہ کتاب "مقدسے فحش" ہے۔ فحش ایک ایسا لفظ ہے جس کی تعریف پوچھی جائے تو کوئی صاحب بیان نہ فرما سکے۔ خود قانون کی کتاب سزا دینے پر تو مستعد ہے مگر جرم کی حد بیان کرنے سے قاصر ہے لطف یہ کہ طرز تحریر اسکا وارثی رہا ہے۔ سو کاش مائیکل صاحب ہی فحش کی منطقی تعریف کر کے قانون کو پابند بنا دیں۔

ہمارے نزدیک تو فحش وہ ہے جس کی تعریف مجسٹریٹ اور سرکاری وکیل کے عمل میں ہوتی ہے زبان نہیں ہو سکتی۔ اور اسی دل میں احساس پڑا خواہ وہ اپنی فطرت پر یا خود مجسٹریٹ صاحب سزا دے دیتے ہیں۔ فحش عربی لفظ ہے حد سے گزری ہوئی بدی کو کہتے ہیں یا وہ گناہ جس کی ممانعت خدا نے کی ہے۔ گو یہاں یہ کتنا اسی میں خالی ہے۔

"انکل شیم" میں کوئی گناہ سرکار سے سرزد نہیں ہوا نہ انھوں نے کسی کو گالی دی۔

ادھوری بات

بعض اخباری کا رند لکھتے ہیں کہ سازش والے مقدمہ کی میرٹھ سے منتقل کیے جانے کی جو درخواست پنڈت موتی لال نہرو اور سر تیج بہادر سپرو نے ہائیکورٹ میں دی تھی وہ واپس لے گئے یعنی گنگا کی طرح واپس ہوئی یعنی آپ کون ہیں ہمارا جہاں جی چاہے مقدمہ کرتے ہیں۔ بعض معاصر دہم ۲۰ جولائی ۱۹۲۹ء لکھتے ہیں کہ اگر یہ مقدمہ سیشن سپرد کیا گیا تو اس وقت ملزموں کو حق ہے کہ انتقال مقدمہ کی درخواست پھر اس عدالت میں پیش کریں۔ مگر یہ بات ادھوری ہے پوری یوں ہوتی ہے کہ مقدمہ سیشن سپرد ہو جانے پر انتقال کی درخواست پھر ہم دینا ہی نہ چاہتے ہیں کہ ہم پھر سپرد کر دیں یا تمھاری بات مان لیں۔

بدگمانی

مہاشے راجپال قتل ہو گئے ملزم یا مجرم جان بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے مسٹر جناح پیروی کے لیے بلائے گئے تھے ہائیکورٹ میں وکالت کا حق ادا کر کے چلے گئے۔ وکیل کا یہی کام ہے۔ مگر بعض ہمارے خواہ مخواہ بدگمان ہو گئے۔ یار دوستوں کیا فائدہ ہوگا اگر علم دین ہی کو پھانسی ہو جائے یہ وہ قاتل نہ ٹھہرے تو کیا نقصان ہوگا اگر ملزم کو پھانسی نہ ہو پائے اور کوئی دوسرا شخص اصلی قاتل



پنچ: مانا کہ آپ کا اُسترا بڑی تیز ہے۔ خوردبین کی مدد سے آپ کھونٹی بھی نہ رہنے دیں گے۔ مگر خلیفہ صاحب بال ہوتے ہیں گھر کی کھیتی۔ آج چندیا منڈیگی کل پھر وہی جھاڑ جھنکاڑ وہی جوؤں بھرا گھونگھر۔ عمر بھر بال اُگنے کا جوہر یہی ہے کہ حکومت کا طرز بدلے۔"



گل صبحدمے بجود بر آشفت و بریخت
با باد صبا حکایتے گفت و بریخت

بد عہدی دہر بیں کہ در چندیں روز
سر بر زد و غنچہ گرد و بشگفت و بریخت

اگر موسم خزاں میں بھی تازہ پھولوں کی نکہت سے لطف اٹھانا چاہو تو اصغر علی محمد علی عطر سازان چوک لکھنؤ سے عطر کی ایک شیشی طلب کیجیے۔ بہار باغ ناپائدار ہے۔ اور اسکی خوشبو پائدار ہے

ثابت ہو کر گرد دیا جائے۔ واقعات کا ظاہر کچھ ہوتا ہے باطن کچھ۔ اور جب دنیا ایک شخص کو اصلی مجرم بھی مدعا علیہ کرتا ہے ہو چکی ہے۔

مسٹر جناح کو تبلیغ کا حق ادا کرنے تو آئے نہ تھے کہ انکے گھر کے ہندوستانی ہونے میں اس مقدمہ کی پیروی کاری سے بتا گئے۔ یہ تو پیشے اور پیٹ پاپیٹ کی بات ہے۔ مذہبی تعصب کو یہاں دخل نہیں۔ اس قسم کی تنگ مزاجی دور ہو جائے گی۔ خواہ مسلمانوں کی طرف سے ظاہر ہو یا ہندوؤں کی طرف سے۔ اگر دنیا میں اس قسم کی بدگمانیاں موجود ہیں اور عام طور سے انکا اظہار بھی ہوتا ہے تو ایک اخبار نویس کو بہرحال اس سے پرہیز کرنا لازم ہے کیا مسٹی کا اخبار وہ ہے جو دنیا کی انا اور آقا بیچاری بیٹھے بٹھائے کی مصیبت اپنے سر لیتی ہے شاعر کہتا ہے ؎

عقل بیچارہ کشند زحمت آلائش نفس
دایہ پرہیز کند طفل چو بیمار شود

بڑھیا کے نکاح میں سو سو خطرے

آنجہانی لارڈ سنہا پہلے ہندوستانی تھے جو لاٹ صاحب بنے۔ اخباروں کا مشغلہ ہے یہ خبر مشہور ہوئی کہ انھوں نے اپنی نیک پاک ظاہر قانونی کمائی کا ایک جزو اس "لقب" کی حفاظت کے لیے بنک میں جمع کیا کہ جو لاٹ زادہ میرا قائم مقام ہو گا اسے اپنے لقب کا بار سنبھالنے میں دشواری نہ ہو۔ اسکا نتیجہ کیا ہے اور لاٹ بنا رہے۔ لارڈ سنہا تو چل بسے اب قائم مقام صاحب کے لاٹ بننے میں تو بے ڈھنگ کے جھگڑے کھڑے ہیں کھانے والوں کو ایک کھلے آدمی کا مدار القلی رکھنا ہے کہ جب کہ سی باپ کو کے بیٹھا کھل گیا اور جھٹ بول اٹھے کہ جناب اپنی صحت نسب تو پہلے ثابت کریں۔ انگلستانی آدمی رجسٹری شدہ صحیح النسب ہوتے ہیں یہاں نسب نامہ اللہ نکاح نامہ تو خیر ہوتا ہے مگر ولادت نامہ کا دستور نہیں جو فوراً جیب سے نکال کے کوئی رکھ دے اور کہہ دے

گواہ عاشق صادق در آستین باشد

بے ننانا لاٹ کا لقب پڑ گیا الجھاوے میں۔ کہا جاتا ہے

بھی بیس ہزار کو بھڑانے لاٹ کا جانشین بنکے نہیں کہنا اُنسیہ وار کے کہ لاٹ بنانے کی تجویز ہو رہی ہے مگر ممکن ہے کہ یہ تجویز بھی الجھن میں پھنسے کیونکہ اچھے کہ اگر اصلی وارث ہونا مسلم نہیں تو پھر یہی سوال پیش ہو گا کہ آپ نے کونسی ملکی خدمت انجام دی ہے جسکے صلے میں آپ کو لاٹ بنائیں؟

واللہ ہندوستانی ہو کے لاٹ بننے میں بڑی بکھیڑے ہوئی ہے۔ یار وابجب کسی کو لاٹ بننے کی ہوس ہو وہ اپنی اولاد کا ولادت نامہ بھی تیار کر رکھے ؎

مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

مَنْ اَشجَعُ النَّاس

(سب سے بڑا بہادر کون ہے؟)

یہ سوال کئی بچوں کے سامنے پیش کیا گیا۔ ایک نے جواب دیا "وہ جو کسی کا جبڑا چٹخنے کی آواز سنے پھر بھی اسکی پسلیاں نہ کڑکیں" دوسرا بولا "نہ وہ بھی جو کسی کی نفسو کھری کا افسانہ سنے اور ڈوب نہ مرے" تیسرا بیہودہ سا بولا "وہ بیٹے کے نام سے گالیاں دینے والا بھی ضرور بہادر ہے" مگر ہم سے پوچھیے تو زمانہ حال کا بڑا بہادر رہ ہے کے اسپیل مجسٹریٹ کا سررشتہ دار ہے کیا سنی کہ دکھلا جرائم کا ہو جب ملزمین مرہم سازش کے دکھلانے بغیر اجرت کارروائی کی نقلیں مہیا کرنے کی مجسٹریٹ سے درخواست کی تو سررشتہ دار صاحب نے صرف اتنا ہی کہا کہ "حضور اسطرح تو گورنمنٹ کا بڑا نقصان ہو گا" فی الواقع سررشتہ دار کے اشجع الناس ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ بجا آئی جگہ۔ دوسرا ہوتا تو مفت نقل مہیا کرنے کی آواز سنتے ہی عقل اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ انشا اللہ تعالیٰ سرکار کی خیر طلبی اتنی بڑی درخواست سن کے ہچکی بھی نہ لی گھبرا بھی نہ سو سا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ مجسٹریٹ صاحب نے جان بچالی یعنی ملزم کے وکلا کی درخواست منظور کر دی مگر یہ کہنے کی باتیں ہیں اگر سررشتہ دار کا دل مضبوط نہ ہوتا تو مفت نقل دینے کا دھچکا کسی طرح نہ سہ سکتا۔ ایک بخیل کے بچہ دو تین

کوئی مسرت کہ شاہ و شاہ فرخ روشن عقل رئیس رہتا تھا اسکے باوجود بھی کنجوس کی نظر سے اٹھ کے پاؤں کے ساتھ یک مزدور کو بھی وقت جیب چاول بنانے ۔ چاروں کو بلا شاید ہوتے دیکھ کے بیچارہ سنسنی کا ایک شدید پڑی فوراً آنسو گر پڑا اور جنگلی ہوا شدید دلگیاتی سے بھاپ کی طرح نکل گئی۔ انا للہ۔

شیریں زوجہ کسریٰ (معروف بخسرو) لب دریا بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک ماہی گیر بہت خوبصورت مچھلی پکڑ کے بادشاہ کو نذر دینے لایا۔ بادشاہ نے مچھلی پسند کی خزانچی کو حکم دیا چار سو درہم ماہی گیر کے حوالے کرو "مگر چار سو درہم ایسی مچھلی کی قیمت" بی شیریں نے غصہ سانس بھری اور بادشاہ کے اسراف پر دست کی۔ وہ مچھلی کے معاملہ میں خیالات کی کنجی کہنے سے جلد ہی پلٹ گئیں محمود غزنوی کے خیالات جس حسن نے پلٹ دیئے اور سیاں فردوسی ہاتھ جھلاتے رحلی سدھار گئے

خجستہ درگہ محمود زابلی دریاست
چگونہ دریا کہ را ناکنارہ پیدا نیست
چو غوطہ خوردم وراندراں ندیدم دُر
گناہ بخت من است ایں گناہ دریا نیست

خسرو کا دل بھی کچھ پلٹا۔ کہا اب تو زبان سے بات نکل گئی شیریں نے تدبیر نکالی "یہ کتنی اچھی بات ہے اس بڈھے سے پوچھو مچھلی مادہ ہے یا نر۔ جو وہ کہے مادہ ہے تو کہو ہم کو نر مچھلی چاہیئے اور جو کہے نر ہے تو کہو مادہ مچھلی میں نہیں کھاتا حکیموں نے منع کیا ہے" ماہی گیر انعام لے کے چند قدم چلا تھا کہ بلا لیا گیا۔ مگر وہ تھا ظریف دست بستہ عرض پیرا ہوا کہ حضرت شوہر اپنی مچھلی سے نر ہے نہ مادہ ہم ہے بست۔ خسرو ہنسا اور ہنسی کے انعام میں چار سو درہم اور دیئے۔ ماہی گیر آگے بڑھا تھا کہ ہاتھ سے ایک درہم زمین پر گر پڑا۔ جھٹ فوراً درہم اٹھا کے ہونٹوں سے لگا یا سر پر رکھا۔ بی شیریں نے پھر بادشاہ کو غصہ دلایا کہ "اسے دیکھئے بھر گٹھری آٹھ سو درہم لیے اُس پر بھی نیت کا یہ حال کہ کوڑی گری تو دوڑ کے اٹھائی۔ امیر امراء کو ایسے کے بچے ہوتے ہیں" خسرو کو اب تو اس کی دنائت پر طیش آ ہی گیا "ادھر آؤ کمبخت یہ کیا کنجوسی ہے؟" ماہی گیر سر جھکا کے عرض مطلب یوں بولا

(باقی) ضد اور ہٹ اس دور میں کی کچھ حقیقت نہیں۔ خاک سے خاک سے نکلا اور خاک ہی میں مل جائے گا مگر اس پر حضور کے چہرۂ زیبا کی تصویر ہے۔ اگر وہی پاؤں تلے روندا جائے۔ جانے والوں کے پاؤں کے نیچے پڑ کر جلوہ ہوگی؟ سچ ہے۔ ہاتوں ہاتھی پاپیاں باتیں ہاتھی پاؤں۔ چار ہزار دینار سرخ اس ادب شناسی کے عوض پائے۔ اور بادشاہ نے اعلان کیا کہ جو کوئی ولی العہد عورتوں کی رائے پر چلے گا اس طرح نقصان اٹھائے گا عمل نہ پائے گا۔

سرشتہ دار صرف ضرورت نہیں شاید اسی وجہ سے خسرو وقت جناب اسپیشل مجسٹریٹ صاحب بہادر نے اسکے مشورہ سے پر عمل فرمایا کسی حاکم کو درخواست پر حکم دینے کے اثنا میں ایک ماتحت کا لڑکن گستاخی ہے یا نہیں۔ یہ ہم نہیں جانتے حاکم صاحب کی طبیعت نے اور انکا عہدہ مگر سرشتہ دار کی یہ دوسری شجاعت ہے۔ شیریں کی شجاعت کے آگے اسکی حقیقت نہیں ہے۔ حضرت شیریں تھی خسرو کی جورو جان و مال کی مالک۔ نخرے میں سب کچھ کر سکتی تھی ....

...... بار ہے جہد وکیل ملزم کی درخواست کا جواب وہی ملا جو سرشتہ دار کے دل میں تھا۔ بہادر کے واسطے دل صافی اور ضمیر روشن بھی لازم ملزوم ہے۔ اُمید نہیں ہے کہ سرشتہ دار صاحب سرکاری خیر خواہی کے صلے میں نگاہ گرم کی آنچ سہیں اور خدا نخواستہ معطل یا موقوف کیے جائیں لہذا یہ توقع کہ مقدمہ سشن سپرد ہوتے ہوتے ملزموں کے خلاف اور حکومت کے موافق ذریں مشورے سے جناب سرشتہ دار صاحب موصوف مستفیض فرماتے رہینگے نہیں شاید کوئی یہ خیال کرے کہ لاہوری سرشتہ دار صاحب اُنکے سرشتہ دار ہیں بھی نہیں۔ اگر خدا آپ کو خاص اعمال میں مبتلا کرے اور کچہریوں کے پھیرے کرنے کا اتفاق ہو تو اکثر کچہریوں میں آپ بچشم خود ملاحظہ فرمائینگے کہ چھوٹے چھوٹے مقدمات کی تجویز یا سرشتہ دار صاحب خود لکھ رکھتے ہیں بس حضور دستخط کر دیں کا مرحلہ رہ جاتا ہے باقی تمام مراحل طے حاکم صاحب دو بجے دن کو تشریف لائے دو گھنٹے رخصت فرمائی اور کچہری برخاست۔ ہر ایک قفل کی کلید سرشتہ دار ہے۔

(۱) "آداب عرض ہے سرشتہ دار صاحب"

"فرصت نہیں ہے۔ جناب کام کرنے دیجیے صاحب کے آنے کا وقت ہے"

"منشی جی ہماری درخواست"

"کہہ تو دیا فرصت نہیں۔ آپ عدالت کے آداب سے واقف نہیں ہیں۔ خاموش رہیے"

"ابھی ادھر دیکھیے۔ یہ دو کورٹ چلے"

"وزرا آپ کو مجبور کرتے ہیں۔ آپ کی درخواست پر حکم لکھ چکا ہوں بس صاحب آ گئے اور دستخط ہوا"

(۲) "تسلیم بابو رشوت پرشاد صاحب"

"سوال جزائی کا وقت گزر چکا"

"مجھے کوئی درخواست نہیں دینی ہے۔ میں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا"

"فرمائیے۔ مگر ٹائم ویسٹ نہ کیجیے"

"بابو جی اپیل کی میعاد گزری جاتی ہے نقل کی بہت وکیل دینا بھول گیا وہ ہاتھ رہ جاوے اپیل بغیر تجویز کا حال معلوم کیے تیار نہیں ہو سکتے۔ معائنہ مسل کی درخواست کا بھی وقت نہیں ہے وکیل دیکھے گا تو نہیں مانگے گا"

....

آپ جانیے مسل کی رونمائی میں البتہ بہر امداد محافظ دفتر بھی شریک غالب ہوتا ہے"

"دیکھیے آپ نے ٹائم ویسٹ کرنا شروع کر دیا۔ میں بہت مصروف ہوں"

"میں کہتا ہوں کہ مسل تو ابھی محافظ خانے گئی ہوگی پھر جو کچھ نقل میں صرف کرنا ہے وہ آپ ......"

"صاحب میری آنکھ میں مروت بہت ہے۔ دوسرے اسی جگہ پر تعینات ہو کے ہزاروں کما لے گئے اور یہاں فاقہ ہی رہا۔ وہ آدمی ہی کیا جو دوسرے کے کام نہ آئے اسکے سوا آپ کوئی غیر تو ہیں نہیں برادری کا واسطہ ہے۔ دیکھیے میز پر فائل نمبر ..... رکھی ہے اٹھا لیجیے کوئی ایک پیج صفحہ کی تو تجویز ہے ابھی نقل کر لیجیے۔ مگر جلدی۔ دیر نہ ہونے پائے۔ باضابطہ نقل کی درخواست ضرور دے دیجیے تاکہ اپیل میعاد سے باہر نہ ہو جائے"

(۳) "مہراج پائے لاگی"

"خوش رہو۔ مگر زیادہ مجھ سے کہو کس کام سے"

"صاحب حاکم جب سے آپ یہاں ہیں دیکھیے"

"مرگیسی تم نے پٹواری کو رشوت دے کے اپنے رجسٹر سے زیادہ زمین کھیت ضبط لی ہے اور کئی سال سے لگان ادا کیا اس بابت عائن ہوگا نقشہ لے کے صاحب جانچینگے"

"ارے رام رام اب کا ہوئی داب کیا ہوئی"

"ہوگا کیا کال جیل خانہ ہوگا۔ دھوکا دے کے سرکار کو سرکاری رقم مار لینا کوئی اچھا کام ہے مگر تو جاہل کاشتکار ہے مجبور ہیں معاملہ صاحب نقشہ دیکھ لینگے"

"دہائی بابا کے بیٹو کر بابو تم بھگوان ہو"

"بھلی کہی پھر پرشتہ ہشت وقت اکا نہیں کل سکتا غضب ہے۔ اسی سال ہی پینٹ جاتا ہے تم نے کمایا اور بے ایمانی نمک حرام ہوا۔ اب بکسیت نا باجیگا تو قید ہے معلوم ہوگی"

"ارے تو بابا کون ادپایہ کری۔ بچور حیران ہے"

"ہم کہ دیتے ہیں کوئی ڈال دے"

"اچھا تو دو سو"

"چلو چلو۔ تم جیسے ہزاروں آئے عدالت کی توہین ہے۔ عدالت ہے تمہارے پنچ ہی ٹوری رکھا ہم کا گھر نہیں ہے"

"لگان کر دیا بچنے دیں نہیں دیا گیا کاہی دو روپیہ فی کس لاکھ ہے کے جیل بھیج یا ہوں۔ صاحب نہیں دیتے۔ لڑکا کو پھر بھی دو ہزار کی پٹواری کو پھر کر رہا ہے سورو ٹی تیرو پاس رہے اور تم لے لیو"

"کہہ دیا یہی ہے ایک کوڑی کم نہ لینگے۔ ایک تو سرکار کا نقصان کر رہے دو مرے بیچے بھی تو جبر ہے ظلم ہے"

"اچھا لیو مہراج"

مہراج نے نقشہ نکالا اور کھیت کی مرمدی کی درست ہوتا کر دی۔ جیسے خیر خواہی سرکار کا حق ادا ہو گیا۔

الغرض یہ واقعات تو روزانہ ہیں اور ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں۔ ہم نے سرشتہ دار صاحب لاہوری کے کلمات مؤقر صاف و شستہ الفاظ میں سرخ حد جو ادائی سے نقل کیے ہیں اگر یہ صحیح ہیں تو۔ مبارک ہے وہ اجلاس جہاں سرشتہ دار ایسے ہوں۔ مبارک ہیں وہ ملزم جنہیں سرشتہ دار صاحب کا واسطہ ہوا مبارک ہے وہ حکومت جو ہر قسم کے دیانت مشتی و حاضر رکھتی ہے مبارک ہے وہ قوم جسکا ایسے حضرات سے سابقہ پڑا۔

گلزار داغ۔ عالیجناب نواب فصیح الملک داغ دہلوی کا پہلا دیوان قیمت عہ ملنے کا پتہ منیجر جنرل بکڈپو باٹا نالہ لکھنؤ